علیہ السلام
ابن ابی طالب
علی
حضرت امام

نام کتاب : ـــــــــــــ حضرت علی علیہ السّلام

تحریر : ـــــــــــــ مجلسِ مُصنفین اِدارہ در راہِ حق، قم (ایران)

ترجُمہ : ـــــــــــــ سیّد احمد علی عابدی

ناشر : ـــــــــــــ نورِ اسلام۔ امامباڑہ، فیض آباد (یو۔پی)

کاتب : ـــــــــــــ حسن اختر لکھنؤ

سرِورق : ـــــــــــــ ابوالفضل حامد حسن

تعداد : ـــــــــــــ پانچ ہزار

طباعت : ـــــــــــــ سلمان فارسی پریس، قم (ایران)

قیمت : ـــــــــــــ سات رُوپیئے

تاریخ اشاعت : ـــــــــــــ ۱۴۰۵ھ ـ م ۱۹۸۵ع

ملنے کا پتہ

ادارۂ نورِ اسلام

امام باڑہ ۔ فیض آباد ۔ یو، پی ۔ ہندوستان

# انتساب

اے جگر گوشۂ رسولؐ

اے مادرِ حسنینؑ

اے زخمی جگر و دل ملول

اے شکستہ پہلو

اے ناانصافیوں کے خلاف صدائے احتجاج

اے پیغمبرِ نسواں

اے اسوۂ خواتین

اے فاطمہ زہراؑ

خدا کا مسلسل سلام ہو آپ پر اور آپ کی آل پر
آپ کے شوہر عزیز کے سلسلے کے یہ چند جملے
آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

بے بضاعت
عابدی

# رہنمائے کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین

السلام علی المھدیؑ

# حضرت علی علیہ السلام

بات اس انسان کی ہے جو منتخبِ کائنات ہے .....

یہ کوئی شاعرانہ گفتگو نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس انسان کی تعریف کر سکے۔

وہ اوصاف سے بلند، فکر و خیالات سے برتر، جوہر کلام سے اعلیٰ، جو چمن روزگار میں مخصوص انداز سے کھلا، اور خاص معیار پر زندگی بسر کی، نرالے انداز سے رہا اور انوکھے طرز سے اس دُنیا سے گیا ــــــ وہ انسان جو پہاڑ سے زیادہ مستحکم، آب زلال سے زیادہ نرم، بجلی کی سی تڑپ، آفتاب کی سی حرارت، دریاؤں سے زیادہ وسیع، جنگلوں سے زیادہ بارعب صحراؤں سے زیادہ پاک وصاف، خدا کی صفات کا آئینہ دار۔ جملہ صفات کا نقطہ ارتکاز۔

ہاں گفتگو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ وہ ذات جس کی ولادت بھی معجزہ، زندگی بھی معجزہ اور شہادت بھی معجزہ!

آیئے

ہم سب مل کر ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالیں۔

# ولادت

میں (۱) عباس بن عبد المطلب اور دوسرے افراد کے ساتھ خانہ کعبہ کے ارد گرد بیٹھا ہوا تھا۔

فاطمہ بنتِ اسد خانہ خدا کی طرف تشریف لائیں اور فرمانے لگیں۔

"خدایا، میں تیرے اور تیرے پیغمبروں اور ان کی کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں، اپنے جد حضرت ابراہیم کی باتوں پر یقین رکھتی ہوں جنھوں نے تیرے حکم سے اس گھر کی بنیاد رکھی۔

تجھے ان کی اور اس بچّہ کی قسم دیتی ہوں جو میرے شکم میں ہے کہ اس کی ولادت میرے لیے آسان کر دے"۔۔۔۔

اسی وقت ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور فاطمہ بنتِ اسد اندر تشریف لے گئیں اور دیوار دوبارہ اسی طرح بند ہو گئی۔

خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کے لئے فوراً ہم اُٹھے۔ کوشش کے باوجود دروازہ نہ کھُلا ہم فوراً سمجھ گئے کہ اس میں خدا کی کوئی حکمت ضرور ہے۔

چار دن کے بعد فاطمہ بنتِ اسد خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائیں۔ آپ کی آغوش میں ایک بچّہ چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے غیب سے یہ آواز سنی ہے کہ اس بچّہ کا نام "علیؑ" رکھو (۲)

یہ واقعہ جمعہ کے دن رجب کی تیرہ تاریخ سن ۳۰ عام الفیل۔ (ہجرت سے ۲۳ سال قبل) کو ہوا۔ (۳)

# بچپنا اور آغوشِ پیغمبرؐ

اس وقت کے واقعات خود امام علیہ السلام اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"جب میں کم سن تھا پیغمبرؐ مجھے آغوش میں لیتے تھے سینے سے لگاتے تھے، غذا چبا چبا کر مجھے کھلاتے تھے۔ اپنی خوشبو سے میرے دل و دماغ کو معطر کرتے تھے، انھوں نے میری باتوں میں غلط بیانی اور میرے کردار میں کوئی نقص نہیں پایا۔

دودھ بڑھائی کے بعد خداوند عالم نے پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتے کر دیئے تاکہ دن رات ان کی حفاظت کریں اور نیکیوں کی نشاندہی کریں۔ میں قدم قدم پر پیغمبرؐ کی پیروی کرتا تھا، اور اس طرح ان کے ساتھ رہتا تھا جس طرح شیر خوار بچّہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔

پیغمبرؐ مجھ سے برابر فرماتے تھے کہ میں ان کے کردار کی پیروی کروں۔ وہ ہر سال "کوہ حرا" میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں صرف میں ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ میرے علاوہ کوئی اور انھیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔

اس زمانے میں کسی بھی گھر میں اسلام کا نام و نشان نہیں تھا۔ پیغمبرؐ اور ان کی زوجۂ محترمہ جناب خدیجہ اور میں تیسرا مسلم تھا۔ میں وحی اور رسالت کے نور کو دیکھتا تھا اور پیغمبرؐ کی خوشبو محسوس کرتا تھا۔" (۴)

بعثت کے تین سال تک پیغمبرؐ کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنی دعوت کا اظہار کرسکیں اس مدت میں صرف چند لوگ ایمان لائے جن میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام تھے۔ (۵)

اور جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اپنے قرابتداروں کو بھی انذار کیجئے)

اس وقت پیغمبرؐ کے حکم سے علی علیہ السلام نے چالیس قرابتداروں کو دعوت میں بلایا جن میں ابولہب

عباس اور حمزہ شامل تھے۔ اور اس دعوت کے لئے جو کھانا تیار کیا گیا تھا وہ ایک آدمی کی غذا سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن خدا کے ارادے سے سب نے سیر ہو کر کھایا اور اس کھانے میں کمی بھی نہیں ہوئی، اور جب پیغمبرؐ نے ان سے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب نے کہا کہ "محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے"۔ یہ بات سن کر سب لوگ چلے گئے۔

دوسرے دن پھر پیغمبرؐ نے دعوت دی اور کھانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے عبدالمطلب کے فرزندو! میں عرب میں کسی جوان کو نہیں جانتا جو مجھ سے بہتر پیغام اپنی قوم کے لیے لایا ہو، میں اِس دُنیا اور اُس دنیا کی تمام نعمتوں کا تحفہ لایا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف بلاؤں۔ جو شخص اس راہ میں میری مدد کرے گا وہی میرا بھائی اور میرا جانشین ہوگا۔"

پیغمبرؐ نے تین مرتبہ اس بات کو دُہرایا، اور ہر مرتبہ صرف علیؑ کھڑے ہوئے اور اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

اس وقت پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: "یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اور اس کے احکام کی پیروی کرو"۔ (۶)

# حضرت علیؑ اور شبِ ہجرت

اسلام کے اظہار کے بعد پیغمبرؐ کا وجود کفار قریش کی نظروں میں کھٹکنے لگا۔

سردارانِ قریش "دارالندوۃ" میں جمع ہوئے اور پیغمبرؐ کے قتل کا منصوبہ بنانے لگے آخر کار یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک فرد منتخب کیا جائے اور سب مل کر رات کے سناٹے میں پیغمبرؐ پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیں۔

خدا کی طرف سے پیغمبرؐ کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا اور یہ حکم ملا کہ اس رات آپ وہاں نہ سوئیں بلکہ ہجرت فرمائیں (۷)

پیغمبرؐ نے خدا کے حکم کو علیؑ سے بیان فرمایا اور کہا کہ تم میری جگہ سو رہو اس طرح کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ میں نہیں سو رہا ہوں۔ علیؑ جان کی بازی لگا کر پیغمبرؐ کے بستر پر سو رہے۔ خطرات میں اپنے آپ کو ڈال کر پیغمبرؐ کی حفاظت کی۔ یہ فداکاری خدا کو اس درجہ پسند آئی کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ
وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (۸)

"لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے۔"

رات آئی اور اندھیرا پھیل گیا۔ قتل پر مامور افراد نے پیغمبرؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ سورہ یٰسین کی آیتیں پڑھتے ہوئے پیغمبر گھر سے نکلے اور غیر مانوس راستوں سے ہوتے ہوئے مکہ کے باہر "غار ثور" میں پوشیدہ ہو گئے۔

قاتلانِ انسانیت برہنہ شمشیریں لیے ہوئے پیغمبرؐ کے بستر پر حملہ آور ہوئے —— علیؑ اٹھ کھڑے ہوئے۔

قاتلوں نے تعجب سے پوچھا: محمدؐ کہاں گئے؟

علیؑ نے فرمایا: کیا میرے سپرد کر گئے تھے؟

الغرض علیؑ کو مارتے ہوئے مسجد الحرام لے گئے اور کچھ دیر گرفتار رکھنے کے بعد آزاد کر دیا۔ (۹)

---

# علیؑ امانتدار پیغمبرؐ

پیغمبر اسلامؐ قریش کے امانتدار تھے۔ تمام امانتیں آپؐ کے پاس جمع تھیں، جب آپؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے جانے لگے۔ قوم و قبیلہ میں کسی کو علیؑ سے زیادہ امانتدار نہ پایا۔ ان کو اپنا نائب مقرر کیا تاکہ امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کردیں اور پیغمبرؐ کے قرضے ادا کردیں اور پیغمبرؐ کے اہلِ حرم کو مدینہ پہونچادیں۔

تمام اہم کام انجام دینے کے بعد علیؑ فاطمہ (اپنی والدہ)، فاطمہ (دخترِ پیغمبرؐ) فاطمہ (دخترِ زبیر) اور دوسرے لوگوں کو لے کر مدینہ روانہ ہوگئے۔ راستے میں مکّہ کے آٹھ کافروں نے آپ کا راستہ روکا۔ آپ نے ہر ایک کو اپنے راستے سے ہٹایا اور اپنے قافلہ کے ساتھ مدینہ پہونچے۔ پیغمبرؐ نے آپؐ کو اپنے گھر ہی میں ٹھہرایا۔ (۱۰)

# علیؑ اور جہاد فی سبیل اللہ

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے۔ وہ قتل و غارت گری کا حامی نہیں ہے جو شخص جان بوجھ کر بلا وجہ کسی مسلمان کو قتل کرے اس کے لیے اسلام نے ابدی عذاب مقرر کیا ہے۔

اسلام عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ اسلام تمام انسانوں کا مذہب ہے۔ لہٰذا تبلیغ و اشاعت اس کا فریضہ ہے۔

اسلام کے بعد جن لوگوں کے مفادات خطرے میں تھے جو اسلام کو اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہے تھے انھوں نے ابتدا ہی سے اسلام کی مخالفت شروع کردی۔ اسی صورت

کے پیش نظر اسلام نے جہاد کا مقدس فریضہ واجب کیا تاکہ ان لوگوں سے نپٹا جا سکے جو تبلیغ کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔

اور جب دوسرے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اس وقت عقل بھی دفاع کو واجب سمجھتی ہے۔ اسی بنا پر دفاع بھی اسلامی جہاد کا ایک حصہ ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی اکثر جنگیں بلکہ تمام جنگیں دفاع کے لئے تھیں۔ اکثر جنگوں میں حضرت علیؑ موجود تھے۔ ان کے دل میں خدا کے علاوہ کسی کا خوف نہیں تھا۔ وہ جنگ میں انتھک کوشش اور بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے۔ علمداری کا منصب انھیں کے سپرد ہوتا تھا۔

شیر کی طرح گرجتے تھے ابر کی طرح برستے تھے۔ دشمن کے لشکر کو گرد و غبار کی طرح اڑا دیتے تھے۔ اس کا نام و نشان مٹا دیتے تھے۔

آپ کی شمشیر آبدار کی ضرب دشمن کے حق میں مجسم ہلاکت تھی۔

آپ کی بس ایک ضرب کافی تھی دوسری ضرب کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

آپ کی تلوار جس پر پڑتی تھی اس کی جان لیے بغیر واپس نہیں آتی تھی

آپ کی بعض جنگوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں :۔۔۔۔۔۔۔

## جنگِ خندق

دشمنانِ اسلام کے متعدد گروہ نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ طے کر لیا کہ سب مل کر ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کریں اسلام اور مسلمانوں کو نابود کر دیں۔

سلمان فارسی کے مشورہ پر پیغمبر اسلامؐ نے یہ حکم دیا کہ مدینہ کے گرد خندقیں کھودی جائیں۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے۔

رکھتے تھے۔

متوکل نے "عمر بن فرج رخجی" کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ شخص خاندانِ اہلبیت سے حسنِ سلوک کرنے سے لوگوں کو روکتا تھا اور اسی کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی جان کے خوف سے خاندانِ اہلبیتؑ کے افراد کے ساتھ حسن سلوک کرنا بند کر دیا جس کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کی زندگی مصائب و آلام، تنگی اور پریشانی کی آماجگاہ بن گئی۔ (۲۴)

## سامرا کی دعوت

سماج میں ائمہ علیہم السلام کے اثرات اور عوام کے دلوں پر ان کی حکمرانی سے ظالم اور ستمگر خلفاء کے دلوں پر خوف طاری رہتا تھا جس کی بنا پر ائمہ علیہم السلام پر سخت نگاہ رکھتے۔ اور پابندیاں عائد کرتے تھے۔ گزشتہ خلفاء کی طرح متوکل بھی اس خوف سے بری نہ تھا۔ خاندانِ پیغمبرؐ سے اس کی دشمنی نے اس کو ائمہ کے حق میں اور زیادہ سنگ دل بنا دیا تھا۔ اس بنا پر وہ اس بات کا درپے ہوا کہ امام ہادی علیہ السّلام کو مدینہ سے اپنے پاس بلائے تاکہ امام پر نزدیک سے نگاہ رکھ سکے۔

۲۴۳ ہجری میں متوکل نے امام کو بہت "محترمانہ انداز" میں مدینہ سے سامرا شہر بدر کر دیا اور اپنی چھاؤنی کے نزدیک امام کو ٹھہرایا۔ امام اپنی زندگی کے آخری لمحات یعنی ۲۵۴ ہجری تک وہیں مقیم رہے۔ جب تک متوکل زندہ رہا امام پر سختیاں کرتا رہا اور اس کے بعد کے خلفاء بھی اسی کی روش پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ امام علیہ السّلام کی شہادت واقع ہو گئی۔ (۲۵)

امام علیہ السّلام کے شہر بدر کیے جانے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

متوکل کے زمانے میں "عبداللہ بن محمد" نامی شخص مدینہ میں فوج کا سربراہ اور امام جماعت تھا۔ یہ شخص امام ہادی علیہ السلام کو برابر اذیت پہونچاتا رہتا تھا۔ امام کی مخالفت میں متوکل کو خطوط لکھتا

کو متزلزل کر دیا، ان کو مایوس کر دیا۔ اور مسلمانوں کو عزت، طاقت، شوکت اور حوصلہ عطا کیا۔ (۱۲)

# جنگِ خیبر

یہودیوں کے مرکز "خیبر" کی طرف پیغمبر اسلامؐ تشریف لے گئے۔

آشوب چشم کی بنا پر علیؑ اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ابوبکر کو بلا کر علم عطا کیا۔ ابوبکر مہاجرین کی فوج لے کر محاذ پر گئے۔ فتح نصیب نہیں ہوئی تو وہ واپس چلے آئے۔ دوسرے دن پیغمبر اسلامؐ نے عمر کو بلا کر یہ ذمہ داری انہیں سونپی، یہ بھی بغیر فتح کیے واپس چلے آئے۔ یہ مسلمانوں کو جنگ سے ڈرا رہے تھے اور مسلمان ان کو.....

پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا کہ علمداری ان کا کام نہیں ہے۔ علی کو بلاؤ۔

لوگوں نے عرض کیا۔ وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔

فرمایا:۔ انہیں بلا لاؤ۔ وہ ایسا شخص ہے جسے خدا اور اس کا رسول دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول کو چاہتا ہے۔

علی کو بلایا گیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: علیؑ تمہیں کیا تکلیف ہے۔؟

—— آنکھ کے درد میں مبتلا ہوں۔

پیغمبرؐ نے دعا فرمائی اور اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگایا۔ فوراً درد ختم ہوگیا اور علیؑ آمادہ جنگ ہو گئے۔ سفید پرچم لہرا کر اپنے ہاتھ میں لیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ جبرئیل تمہارے ہمراہ ہیں کامیابی تمہارے ساتھ ہے۔ خدا نے ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو شخص انہیں شکست دے گا اس کا نام "ایلیا" (علیؑ) ہوگا

وہاں پہونچ کر کہنا کہ میرا نام علی ہے۔ اللہ نے چاہا تو وہ ضرور ذلیل ہوں گے۔

حضرت علیؑ میدان میں تشریف لائے۔

پہلے یہودیوں کے بزرگ "مرحب" سے مقابلہ ہوا۔ پہلے تو باتیں ہوتی رہیں پھر علیؑ نے اسے تلوار سے زمین پر گرا دیا۔ یہ دیکھ کر یہودی اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ علیؑ دروازے کے قریب آئے۔ وہ دروازہ جسے ۲۰ آدمی بند کرتے تھے اسے تنہا کھول دیا اور اکھاڑ کر خندق پر پل بنا دیا۔ مسلمان اس پل سے ہوتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور یہ جنگ بھی حضرت علی علیہ السلام کی بدولت فتح ہوئی۔ (۱۳)

# حضرت علیؑ کا علم

ابن عباس پیغمبر اسلامؐ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:۔

"میری امت میں علی سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں"۔

پیغمبر اسلامؐ کی یہ روایت تو بہت ہی مشہور ہے کہ:۔

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَقْتَبِسْهُ مِنْ عَلِيٍّ۔

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ علیؑ سے حاصل کرے"۔

ابن مسعود کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے علی کو بلایا اور تنہائی میں کچھ باتیں کیں۔ جب واپس آئے تو میں نے دریافت کیا کہ پیغمبرؐ نے کیا فرمایا؟

حضرت علی نے فرمایا: "پیغمبرؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم دیے اور ہر باب سے

سے ہزار دروازے میرے لیے کھُل گئے۔“

ایک دن حضرت علیؑ نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ : ــــــــ

یا معشر الناس ؛ سلونی قبل ان تفقدونی

” اے لوگو! جو چاہو مجھ سے دریافت کرلو، قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ. کیونکہ گذشتہ اور آئندہ کا علم میرے پاس ہے. خدا کی قسم اگر میرے لیے مسند قضاوت بچھادی جائے تو یہودیوں کو ان کی کتاب سے، اہلِ انجیل کو انجیل سے، اہلِ زبور کو ان کی کتاب زبور سے، اہلِ قرآن کو قرآن سے فیصلہ دوں گا. خدا کی قسم مجھے قرآن کا سب سے زیادہ علم ہے اور اس کی تاویل کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔“

آپ نے دوبارہ پھر ارشاد فرمایا: ”سلونی قبل ان تفقدونی“ مجھ سے دریافت کرلو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ. اگر تم مجھ سے قرآن کی ایک ایک آیت کے بارے میں دریافت کرو تو تمھیں بتاؤں گا کہ آیت کہاں نازل ہوئی، کس کے بارے میں نازل ہوئی. میں تمھیں بتاؤں گا کہ ناسخ کون ہے اور منسوخ کون. خاص کون ہے اور عام کون، محکم کون ہے اور متشابہ کون، مکّی کون ہے اور مدنی کون۔“ (۱۴)

## جانشینی

حضرت علی علیہ السلام کے انھیں تمام فضائل کی بنا پر پیغمبرؐ کو خدا کی جانب سے یہ حکم ملا کہ علیؑ کی جانشینی اور خلافت کا اعلان کردیں. پیغمبرؐ یہ بات مختلف مواقع پر بیان کرچکے تھے اسی بات کو غدیر کے عمومی مجمع میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا.

سن دس ہجری (سنہ ۱۰ھ) میں پیغمبرؐ نے مکّہ کا سفر کیا تاکہ فریضۂ حج بجالائیں. اس سفر میں جو لوگ پیغمبرؐ کے ساتھ تھے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی گئی ہے. واپسی کے

وقت یہ تمام افراد پیغمبرؐ کے ہمرکاب تھے ۔ ۱۸ ذی الحجہ کو پیغمبرؐ صحرائے جحفہ میں دوپہر کے وقت "غدیرخم" پہونچے ۔ نماز کی اذان کا اعلان ہوا ۔ لوگ جمع ہوئے نماز ادا کی گئی، اونٹ کے کوہانوں سے ایک بلند جگہ بنائی گئی ۔ پیغمبرؐ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا :۔

● ـــ ہم اور تم دونوں ہی مسئول اور ذمہ دار ہیں ۔ تم کیا کہتے ہو ۔؟

ـــ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ہماری ہدایت فرمائی اور اس راہ میں بے پناہ کوشش کی، خدا آپ کو بہترین اجر عطا فرمائے ۔

● ـــ کیا تم دین خدا کی وحدانیت اور اس کے بندے محمدؐ کی رسالت کی گواہی نہیں دیتے ہو ۔؟ کیا تم جنّت، دوزخ، موت، قیامت اور حیات بعد از موت کے معتقد نہیں ہو ۔؟

ـــ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم ان تمام باتوں کے معتقد ہیں ۔

● ـــ خدایا تو گواہ رہنا ۔

اس کے بعد لوگوں کی طرف رُخ کر کے ارشاد فرمایا :

● ـــ "اے لوگو ! ہم ایک دوسرے سے کوثر کے کنارے ملاقات کریں گے ۔ اس وقت دیکھوں گا کہ تم نے ان دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔؟"

ـــ اے رسولِ خدا ۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں ۔؟

● ـــ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت ۔ میرے پروردگار نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کر لیں ۔ ان پر سبقت حاصل نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ' ان سے جُدا نہ ہونا ورنہ برباد ہو جاؤ گے ۔

اس وقت حضرت علیؑ کا ہاتھ اٹھایا تاکہ سب دیکھ لیں اور پہچان لیں ۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ :

- ــــ اَیُّھَا النَّاس، مَنْ اَوْلَی النَّاس بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ؟
"اے لوگو! مومنین پر خود ان سے زیادہ کسے حق حاصل ہے"؟

ـــــــ خدا اور رسولؐ خدا بہتر جانتے ہیں۔

- ــــ خدا کو مجھ پر ولایت حاصل ہے اور مجھے مومنین پر، مجھے مومنین پر زیادہ اختیارات حاصل ہیں جو انھیں اپنے آپ پر حاصل نہیں ہیں لہٰذا ـــــ
- ــــ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ
- ــــ میں جس کا سرپرست اور ولی ہوں علی بھی اس کے سرپرست اور ولی ہیں۔
- ــــ پروردگارا، تو ان کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں کو دشمن۔
- ــــ جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما، اور جو ان سے جنگ کرے تو اسے سزا دے۔
- ــــ اے لوگو! تم یہ باتیں ان تک پہونچا دینا جو یہاں نہیں ہیں۔

ابھی لوگ منتشر نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: ـــــ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۱۵)

"آج کے دن ہم نے تمھارا دین کامل اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور اس بات پر راضی ہوں کہ تمھارا دین اسلام ہو"۔ (۱۶)

## حقوق میں مساوات

جس وقت حضرت علی علیہ السّلام کو ظاہری حکومت ملی، آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

"خدا کی قسم جب تک مدینہ میں میرے پاس کھجور کا ایک بھی درخت ہے اس وقت

تک میں بیت المال سے کچھ نہیں لوں گا۔ تم خود سوچو جب میں بیت المال سے کچھ نہیں لے رہا ہوں تو تمھیں کیسے دے دوں گا۔؟"

اس وقت عقیل کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ "کیا آپ ہمیں مدینہ کے سیاہ فاموں کے برابر قرار دیں گے۔؟"

فرمایا: "بھائی بیٹھ جایئے۔ آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ آپ کو اس سیاہ فام پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے مگر ایمان اور پرہیزگاری کی بنیاد پر۔" (۱۷)

بعض پیروکار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "اے امیر المومنین! کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ آپ ابتداء میں بڑے بڑے لوگوں کو بیت المال سے زیادہ حصّہ دیتے اور جب آپ کی حکومت کی بنیاد مستحکم ہوجاتی اس وقت عدل وانصاف کی بنیاد پر تقسیم کرتے۔"؟

امام نے فرمایا، "افسوس! تم مجھ سے یہ مطالبہ کررہے ہو کہ میں اپنی حکومت کی بنیاد ظلم وستم کو قرار دوں اور مسلمانوں سے ناانصافی کروں ــــ خدا کی قسم یہ کام مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ بخدا اگر بیت المال میری ذاتی ملکیت ہوتا تب بھی عدل وانصاف سے ہی تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ میرا مال نہیں ہے۔" (۱۸)

# عدل وانصاف

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد "عمار ہمدانی" کی بیٹی "سودہ" معاویہ کے پاس گئیں۔

جنگ صفین کے موقع پر "سودہ" نے حضرت علیؑ کی فوج میں جو کام کیے تھے اور جو خدمتیں کی تھیں۔ معاویہ نے وہ ساری باتیں یاد دلاکر "سودہ" کی سرزنش کی، اور اس کے بعد دریافت کیا کہ تم یہاں کس لیے آئی ہو۔؟

ـــــــــــــ" اے معاویہ! ہمارے جو واجبی حقوق تم نے چھین لیے ہیں خدا تمھیں اس کا بدلہ ضرور دے گا، تم ہم پر ہمیشہ ایسے لوگوں کو مسلط کرتے ہو جو ہمیں تیار فصل کی طرح کاٹتے ہیں. ہم پر عرصۂ حیات تنگ کرتے ہیں. ہر وقت موت کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ اس وقت تم نے "بُسر بن ارطاۃ" کو وہاں تعینات کیا ہے تاکہ وہ ہمارے مَردوں کو قتل کرے اور ہمارا مال لوٹے۔ اگر تم اسے معزول کردو تو بہت اچھا ہے ورنہ ہم ہی کو کچھ کرنا پڑے گا۔"

یہ سُن کر معاویہ کو غصّہ آگیا اور کہا:

"تم مجھے اپنے قبیلہ سے ڈراتی ہو. میں تمھیں بدترین حالت میں "بسُر" کے پاس بھیج دوں گا پھر وہ جو مناسب سمجھے گا ویسا برتاؤ تمھارے ساتھ کرے گا۔"

تھوڑی دیر سَودہ خاموش رہیں گویا اپنے ذہن میں پرانی شان وشوکت اور عزّت وسربلندی کی تصویر کھینچ رہی تھیں. پھر یہ اشعار پڑھے:

"خدا کا سلام ہو اس ذات پاک پر جو قبر میں محو خواب ہے۔
جس کے بعد عدل وانصاف مردہ ہو گئے۔
اس نے حق کے ساتھ عہد وپیمان کیا تھا۔
اس نے کسی بھی چیز کو حق کا بدل قرار نہیں دیا۔
اس کی ذات حق وایمان سے بھرپور تھی۔"

معاویہ نے پوچھا. تم کس کا ذکر کررہی ہو۔؟

سودہ نے جواب دیا:" میں حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو یاد کررہی ہوں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اس شخص کی شکایت کروں جو زکات جمع کرنے پر مامور کیا گیا ہے. جب میں پہونچی اس وقت امام نماز پڑھنے جارہے تھے، ہمیں دیکھ کر انھوں نے نماز شروع نہیں کی اور بہت ہی خندہ پیشانی سے ہم سے فرمایا:

"کوئی کام ہے۔؟"

عرض کیا ہاں۔ اور اپنی شکایت پیش کی۔

یہ سُن کر وہ وہیں مصلے پر کھڑے رونے لگے اور اپنے خدا سے کہنے لگے کہ خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے ہرگز اس (ماموزِ زکات) کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ تیرے بندوں پر زیادتی کرے۔ فوراً ایک کاغذ نکالا، حمد و ثنائے خدا اور قرآن کی ایک آیت لکھنے کے بعد تحریر فرمایا:۔

"میرا خط پڑھتے ہی اپنا مال و اسباب سمیٹ لو اور انتظار کرو۔ یہاں تک کسی اور کو وہاں بھیجوں تاکہ وہ تمھاری ذمہ داریوں کو سنبھالے"۔

یہ خط مولا نے مجھے دیا۔ خدا کی قسم نہ اس خط کو بند کیا اور نہ اس پر مہر لگائی۔ میں نے خط ماموزِ زکات کو دے دیا۔ وہ وہاں سے معزول ہوا اور چلا گیا"۔

یہ واقعہ سُننے کے بعد مجبوراً معاویہ نے یہ حکم دیا کہ "جو یہ کہے وہ لکھ دو"۔ (۱۹)

# امیر المومنینؑ اور خلفاء

جس وقت پیغمبر اسلامؐ نے اپنی محبّت بھری آنکھیں اس دُنیا سے بند کرلیں اور آفتاب رسالت لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا، اس وقت موقع کے متلاشی افراد "سقیفہ بنی ساعدہ" میں جمع ہوئے اور ہنگامے کے بعد حکومت کی باگ ڈور ابو بکر فرزند ابو قحافہ کے سپرد کردی جبکہ پیغمبر اسلام پہلے ہی خدا کے حکم سے حضرت علی علیہ السّلام کو اپنا جانشین معین فرما چکے تھے۔

ابو بکر کے بعد یہ حکومت عمر کو ملی اور ان کے بعد عثمان کو۔ اس طرح یہ افراد ۲۵ سال تک حکومت کرتے رہے۔ اس طولانی مدت میں نمائندہ الٰہی، حکومتِ اسلامی کے واقعی حقدار اور پیغمبر اسلامؐ کے حقیقی جانشین حضرت علی علیہ السلام صبر سے کام لیتے

رہے ـــــ اور یہ اسلامی تاریخ کا دردناک اور افسوس ناک حادثہ ہے ـــــ یہاں تک کہ دوسرے مذاہب کے افراد یا وہ لوگ جو کسی بھی مذہب کے قائل نہیں ہیں، جب وہ حضرت علی علیہ السلام کی طاقت فرسا کوششوں، فداکاریوں، خلوص، شجاعت، علم و عمل، فکر و خیالات اور عدل و انصاف کو دیکھتے ہیں تو اس ظلم و ستم کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہیں، چہ جائیکہ منصف مزاج مسلمان اور ہم شیعہ ـــــ اس ظلم کا اثر کوہساروں سے زیادہ بلند تر اور افسوسناک ہے۔

---

سن دس (۱۰ھ) ہجری میں ابوبکر خلیفہ ہوئے اور ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳ھ ہجری میں اس دنیا سے انتقال کر گئے۔ ۲ سال ۳ مہینے اور دس دن خلافت کی۔ (۲۰)

ان کے بعد عمر خلیفہ ہوئے اور سن تیئس ہجری (۲۳ھ) میں "ابولولو فیروز" کے ہاتھوں قتل کر دیے گئے۔ ۱۰ سال ۶ مہینے ۴ دن خلافت کی۔ (۲۱)

اور اپنے بعد انتخاب خلیفہ کے بارے میں عمر نے ایک شوریٰ تشکیل دی جس کا نتیجہ حسب توقع عثمان کے حق میں نکلا۔ انھوں نے سن چوبیس ہجری شروع محرم میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنی ناانصافیوں کی بنا پر ۳۵ھ ہجری کے ذی الحجہ میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے ہاتھوں قتل کر دیے گئے۔ تقریباً ۱۲ سال حکومت کی۔ (۲۲)

---

رسول خدا کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کا حق غصب کر لیا تھا حضرت علیؑ نے ان کے خلاف آواز بلند کی اور جہاں تک اسلامی مفاد نے اجازت دی وہاں تک برابر اعتراض اور احتجاج کرتے رہے اور لوگوں کو بتاتے رہے کہ ان کا مسلم الثبوت حق غصب کر لیا گیا ہے اور اس راہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قدم قدم پر آپ کا ساتھ دیتی رہیں اور عملی طور پر واضح کر دیا کہ ابوبکر کی خلافت غاصبانہ خلافت تھی۔

جناب سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار جیسے جلیل القدر اصحاب برابر اپنی تقریروں میں اس بات کی وضاحت کرتے رہے کہ رسول اکرمؐ کا حقیقی جانشین کون ہے، خلافت کا صحیح وارث کون ہے اور کس نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے حق کے حصول کے لیے تلوار اس لیے نہیں اٹھائی کہ اس وقت اسلام کی جڑیں بہت زیادہ مضبوط نہیں ہوئی تھیں۔ اگر اس وقت حضرت علی علیہ السلام تلوار اُٹھا لیتے تو مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتے جس سے اسلام کو سخت نقصان پہونچتا اور رسول اکرمؐ کی تمام زحمتوں پر پانی پھر جاتا حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کی خاطر گوشہ نشینی اختیار کی لیکن ضرورت کے وقت اپنے مفید مشوروں سے خلفاء کو نوازتے رہے اور مشکلات میں ان کی رہنمائی کرتے رہے۔ خلیفۂ دوم یہ جُملہ بار بار دُہراتے تھے کہ

لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے"۔ (۲۳)

حضرت علی علیہ السلام کے مشوروں اور رہنمائیوں نے انھیں اتنا زیادہ متحیّر بنا دیا تھا کہ بے اختیار حضرت کے علم و فضل کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح کے چند نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

## خلیفۂ اوّل کے دور میں

یہودیوں کے بعض علماء خلیفۂ اوّل کے پاس آئے اور یہ دریافت کیا کہ

"اگر آپ اس امّت میں پیغمبرؐ کے جانشین ہیں تو ہم نے توریت میں یہ پڑھا ہے کہ پیغمبر کا جانشین سب سے زیادہ علم رکھتا ہوگا۔ لہٰذا آپ یہ فرمائیں کہ خدا آسمان میں ہے یا زمین میں۔؟"

خلیفہ اوّل نے جواب دیا۔ "خدا آسمان میں ہے"۔

انھوں نے کہا: "اس کا مطلب ہے کہ زمین اس سے خالی ہے یعنی خدا ایک جگہ ہے اور دوسری جگہ نہیں ہے"۔

——— "یہ تو کافروں کی باتیں ہیں۔ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تمھارے قتل کا حکم دے دوں گا"۔

وہ وہاں سے چلے آئے اور اسلام کا مذاق اُڑانے لگے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے ان میں سے ایک کو اپنے پاس بُلایا اور فرمایا:

"میں جانتا ہوں کہ تم نے کیا سوال کیا تھا اور تمھیں کیا جواب ملا ہے۔ لیکن سُنو خداوند عالم نے مکان کو وجود دیا ہے لہٰذا اس کا کوئی مکان نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند ہے کہ مکان اس کا احاطہ کر سکے وہ ہر جگہ ہے لیکن کسی میں داخل نہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو اپنے دائرے میں لیے ہوئے ہے"۔

یہ جواب سن کر یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ خلافت اور جانشینی کے بس آپ حقدار ہیں اور کوئی نہیں۔ (۲۴)

## خلیفہ دوّم کے دَور میں

"قدامہ بن مظعون" نے شراب پی۔ خلیفہ دَوم نے اس پر شراب کی حد (۸۰ تازیانہ) جاری کرنا چاہی۔ قدامہ نے کہا مجھ پر حد جاری کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"جو ایمان لائے ہیں اور اچھے اعمال انجام دیتے ہیں۔ جو چیزیں وہ پیتے ہیں اس میں کوئی ہرج نہیں اگر وہ پرہیزگار اور نیک کردار ہیں"۔

اس کے بعد خلیفہ دوم نے اس پر کوئی حد جاری نہیں کی۔

یہ بات حضرت علی علیہ السلام تک پہونچی۔ آپ حضرت عمر کے پاس آئے اور سارا ماجرا دریافت کر کے فرمایا۔ تم نے خدا کا قانون نافذ کیوں نہیں کیا۔ خلیفہ نے وہی آیت دُہرا دی امام نے فرمایا یہ آیت قدامہ کے شامل حال نہیں ہے کیونکہ جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں وہ حرام خدا کو حلال نہیں کرتے۔ قدامہ کو واپس بُلاؤ اور اس سے کہو کہ توبہ کرے اگر وہ توبہ کر لے تو اس پر حد جاری کرو ورنہ اسے قتل کر دو، کیونکہ وہ شراب کی حرمت سے انکار کر کے اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔"

یہ بات جب قدامہ نے سنی تو واپس آکر توبہ کی اور گناہوں سے دستبردار ہو گیا۔

اور خلیفہ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ شراب خوار کی حد کیا ہے۔ اس نے امام سے حد دریافت کی۔ امام نے فرمایا:۔ شراب خوار کی حد ۸۰ تازیانہ ہے۔ (۲۶)

# خلیفۂ سوم کے دور میں

یہ واقعہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے "کشاف"، "ثعلبی" اور "خطیب" کی "اربعین" سے نقل کیا ہے کہ

خلیفۂ سوم کے زمانے میں ایک عورت کے چھٹے مہینے بچہ پیدا ہوا تو خلیفہ نے اس پر زنا کی حد جاری کرنے کا حکم دے دیا کہ یہ فرزند اس کے شوہر کا نہیں ہے یہ بچہ کسی اور کا ہے لہٰذا اس عورت کو سنگسار کر دیا جائے۔

امام نے جب یہ واقعہ سنا تو خلیفہ سے فرمایا کہ میں خدا کی کتاب سے تم سے بحث کروں گا۔ خدا نے ایک آیت میں حمل اور دودھ پلانے کی مدّت ۳۰ مہینے بیان فرمائی ہے

حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (۲۷)

"اس کا حمل اور اُسکی دُودھ بڑھائی تیس ۳۰ مہینہ ہے"۔

اور ایک دوسری آیت میں دُودھ پلانے کی مدّت دوسال یعنی ۲۴ مہینے بیان فرمائی ہے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ (۲۸)

"ماؤں کو چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کو دوسال مکمل (۲۴ مہینے) دُودھ پلائیں"۔

اگر دودھ پلانے کی مُدّت قطعی طور پر ۲۴ مہینے ہے تو پہلی آیت کی روشنی میں جس میں حمل اور دُودھ پلانے کی مدّت ۳۰ مہینے بیان کی گئی ہے، حمل کی مدت ۶ مہینے ہوگی۔ قرآن کی رو سے اس عورت نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا ہے۔

خلیفہ سوم نے اس عورت کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔ (۲۹)

اسی استدلال کی روشنی میں ہمارے فقہاء نے حمل کی کم سے کم مدّت چھ مہینے قرار دی ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ ایک بچّہ چھٹے مہینے پیدا ہوجائے لیکن ۶ مہینے سے کم حمل کی مدت نہیں ہوسکتی۔

# امام کی شہادت

سنہ ۴۰ ہجری میں چند خارجی مکّہ میں جمع ہوئے اور مجرمانہ سازش کا منصوبہ بنایا کہ حضرت علیؑ، معاویہ اور عمرو بن عاص کو قتل کردیا جائے اور اس کام کے لیے ماہ مبارک رمضان کی ۱۹ ویں شب معیّن کی اور یہ کام اس طرح تقسیم کیا گیا کہ "عبدالرحمٰن بن ملجم" حضرت علیؑ کو قتل کرے۔ "حجاج بن عبداللہ صریمی" معاویہ کو قتل کرے اور "عمرو بن بکر تمیمی" عمرو عاص کو قتل کرے۔

اسی نیت سے ابن ملجم کوفہ آیا لیکن کسی کو اپنے ناپاک ارادہ سے آگاہ نہیں کیا۔ ایک

دن ایک خارجی کے مکان میں "قُطّامہ" نامی بہت ہی حسین و جمیل عورت سے ملاقات ہوئی، اس کو دیکھتے ہی ابن ملجم اپنا دل دے بیٹھا اور اس سے شادی کو سوچنے لگا۔ جب قطامہ سے اپنا مدعا بیان کیا تو اس نے کہا:

میرا مہر ۳ ہزار درہم، ایک غلام اور حضرت علی کو قتل کرنا ہے ـــــ جنگ نہروان میں اس کے باپ اور بھائی کو حضرت علی علیہ السّلام قتل کر چکے تھے جس کی بنا پر اس کا دل حضرت علی علیہ السلام کی عداوت سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس طرح اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی تھی ـــــ قطامہ کا مطالبہ سُن کر ابن ملجم نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا کہ میں اسی غرض سے کوفہ آیا ہوں۔ قطامہ کے مطالبہ نے ابن ملجم کے ارادے کو اور بھی پختہ کر دیا۔

---

آخر کار وہ شب آپہونچی۔

وہ رات ابن ملجم نے اپنے دو ایک دوستوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں بسر کی۔ (۳۰)

تقریباً تیسؔ سال پہلے حضرت علی علیہ السّلام پیغمبر اسلامؐ کی زبانی سُن چکے تھے کہ وہ ماہ مبارک رمضان میں قتل کیے جائیں گے۔

یہ واقعہ خود حضرت علی علیہ السّلام کی زبان سے سنتے ہیں کہ:

"جس وقت پیغمبر اسلامؐ نے ماہ مبارک کے سلسلے میں اپنا مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا، میں نے اٹھ کر پیغمبر اسلامؐ سے دریافت کیا کہ اس مہینے میں سب سے بہترین کام کیا ہے؟ فرمایا۔ گناہوں سے دُور رہنا۔ اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور مجھے بتایا کہ تم اسی مہینہ میں شہید کیے جاؤ گے۔" (۳۱)

امام کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ انھیں علم ہے کہ وہ اس مہینہ میں شہید کئے جائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سال حج میں تمہارے ساتھ نہ ہوں گا۔

جب آپ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ افطار کے وقت اتنی کم غذا کیوں تناول

فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ چاہتا ہوں خالی پیٹ خدا سے ملاقات کروں۔ (۳۲)

انیسویں شب آپ بالکل نہیں سوئے اور بار بار یہ فرماتے رہے کہ
"خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ وعدہ کی رات آج کی رات ہے۔" (۳۳)

سحر کے وقت حضرت علی علیہ السّلام مسجد میں تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھتے ہوئے زہر میں ڈوبی خون آشام تلوار ناپاک ترین فرد ابن ملجم کے ہاتھوں آپ کے سر اقدس میں پیوست ہو گئی اور محراب حق میں خورشید امامت خون میں ڈوب گیا۔

ضربت کے دو دن کے بعد یعنی ۲۱ ویں شب سن چالیس ہجری (۴۰ھ) میں آفتاب امامت غروب ہو گیا۔ (۳۴)

آپ کے جسم پاک کو نجف کی مقدس سرزمین میں سپرد خاک کر دیا گیا — آج وہی مزار مسلمانوں اور خاص کر شیعوں کا کعبۂ ایمان ہے۔

---

امام کی تمام عمر یاد الٰہی میں بسر ہوئی۔ ہنگام ضربت بھی آپ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ جس وقت ابن ملجم کی تلوار نے امام علیہ السّلام کی منور پیشانی شگافتہ کر دی اس وقت امام کی زبان سے پہلا جملہ یہ نکلا کہ

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَه

"خدائے کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔"

سر سے پیر تک خون میں ڈوبے ہوئے امام کو گھر لایا گیا۔

دو روز بستر شہادت پر آرام کرتے رہے مگر ہر لحظہ امت کی فلاح و بہبود کی فکر کرتے رہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام کی امامت اور ان کے

بعد امام حسین علیہ السّلام کی امامت اور اسی طرح بارھویں امام تک کی امامت کی خبر رسول خدا بارہا بیان کر چکے تھے اور خود حضرت علی علیہ السّلام بھی متعدد مرتبہ اشارہ فرما چکے تھے لیکن اتمام حجّت کی خاطر زندگی کے آخری لمحات میں امام حسن علیہ السّلام کی امامت کا اعلان فرمایا۔ (۳۵)

## آخری وصیت

زندگی کے آخری لمحات میں اپنے فرزندوں، رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں کو اس طرح وصیت فرمائی:

- ــــ میں تمھیں تقویٰ اور پرہیز گاری کی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ کہ اپنے کاموں کو منظم کرو اور ہمیشہ مسلمانوں کی اصلاح کرنے کی فکر کرتے رہو۔
- ــــ یتیموں کو بھولنا نہیں۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرنا۔ قرآن کو اپنا عملی منشور قرار دینا۔
- ــــ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا عُمُوْدُ دِيْنِكُمْ
نماز کا بہت زیادہ احترام کرنا کیونکہ یہ تمھارے دین کا ستون ہے۔
- ــــ خدا کی راہ میں جان، مال اور زبان سے جہاد کرنا۔
- ــــ باہم متحد رہنا۔ امر بمعروف اور نہی از منکر کو ہرگز ترک نہ کرنا۔ اگر تم نے اس کو ترک کر دیا تو خدا بدترین افراد کو تم پر مسلط کر دے گا۔ وہ تم پر حکومت کریں گے۔ اس وقت تم ان کے لئے جتنی بھی بددعا کرو گے ہرگز قبول نہ ہوگی۔ (۳۶)

خدایا!

معصومین اور نیکوکاروں کا سلام ہو اس امام پاک پر

جس کی ـــــــــــ

ولادت معجزہ!

زندگی معجزہ!

ـــــــــــ اور

شہادت معجزہ!

# مآخذ

۱۔ ابن قعنب کا بیان ہے کہ

۲۔ بحار الانوار ج ۳۵ ص ۸

۳۔ ارشاد مفید ص ۳

۴۔ خطبہ ۲۳۴ نہج البلاغہ فیض ص ۸۰۲

۵۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۴۵۔ الغدیر ج ۳ ص ۲۴۰۔ ۲۲۰ میں اس سلسلے میں بے شمار روایتیں اہل سنت کی کتابوں سے نقل ہوئی ہیں۔

۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۴ ۔ ۱۱۷۱۔ مجمع البیان ج ۷ ص ۲۰۶

۷۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴۸۳ ۔ ۴۸۰

۸۔ سورۂ بقرہ آیۃ ۲۰۷

۹۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۲

۱۰۔ ارشاد مفید ص ۲۳۔ ۲۲

۱۱۔ ارشاد مفید ص ۴۵۔ ۴۳

۱۲۔ بحار الانوار ج ۲۰ ص ۲۰۵

۱۳۔ ارشاد مفید ص ۵۸۔ ۵۷

۱۴۔ ارشاد مفید ص ۱۶۔ ۱۵

۱۵۔ سورۂ مائدہ آیۃ ۳

۱۶۔ الغدیر ج ۱ ص ۱۱۔ ۹

۱۷۔ وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۷۹

۱۸۔ وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۸۰
۱۹۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۷۲ - ۶۷۱
۲۰۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۹۸
۲۱۔ " " ج ۲ ص ۳۰۴
۲۲۔ " ج ۲ ص ۳۳۱
۲۳۔ بحار الانوار ج ۴۰ ص ۱۴۹
۲۴۔ احتجاج طبرسی طبع جدید ج ۱ ص ۳۱۲
۲۵۔ سورۂ مائدہ آیۃ ۹۳
۲۶۔ ارشاد مفید ص ۹۷
۲۷۔ سورۂ احقاف آیۃ ۱۵
۲۸۔ سورۂ بقر آیۃ ۲۳۳
۲۹۔ مناقب ج ۲ ص ۱۹۲ طبع نجف
۳۰۔ ارشاد مفید ص ۹
۳۱۔ عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۹۷
۳۲۔ ارشاد مفید ص ۱۵۱
۳۳۔ ارشاد مفید ص ۸
۳۴۔ ارشاد مفید ص ۵ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۱۸۲
۳۵۔ اصول کافی ج ۱ ص ۲۹۸
۳۶۔ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۷۴ طبع دمشق۔ یہاں وصیت کا اقتباس آزاد ترجمہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

# حضرت علی علیہ السلام
# کی
# حکومت

# حضرت علی علیہ السلام کا دورِ حکومت

خلیفہ سوم کی حکومت کی غیر منصفانہ روش نے مسلم معاشرے میں وہ آگ بھڑکائی تھی جس کے شعلے ساری ملّتِ اسلامیہ میں پھیل گئے تھے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے ناراض اور شاکی گروہ مدینہ میں جمع ہو گئے۔

انصاف کے مطالبہ سے بات بغاوت تک پہونچ گئی۔ مدینہ کی فضا مکدر ہو گئی اور حادثات کی نشاندہی کرنے لگی۔ انقلاب کی آہٹ محسوس ہونے لگی اور تحریکِ انقلاب زور پکڑتی گئی۔

مظاہرین نے عثمان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ مظاہرین کے تیور خطرناک نظر آرہے تھے ہر ایک کے چہرے پر غصہ کے آثار تھے، منہ میں جھاگ، ہاتھ میں تلوار اور زندگی سے سیر افراد نے خلیفہ پر حملہ کر دیا اور انھیں قتل کر دیا ـــــ ابھی ان لوگوں کی تلواروں سے خون ٹپک رہا تھا۔ انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی مگر ہیجان باقی تھا۔ اسی حالت میں لوگ حضرت علی علیہ السلام کے گھر آئے۔ شخصی اغراض اور خاندانی کینہ کو بالائے طاق رکھ کر ابو طالبؑ کے فرزند کے ہاتھوں پر بیعت کرنے پر اصرار کرنے لگے اور اس بات پر زور دینے لگے کہ آپ ہماری رہبری فرمائیں۔

# حضرت علی علیہ السّلام کی حکومت

اسلام میں دین حکومتوں کے استحکام کا سبب نہیں ہے تاکہ ہر روز ایک نئی شکل میں ظاہر ہو اور ہر منصوبہ کے ساتھ کھپ جائے بلکہ اسلام میں حکومت کا تصور خود ایک بنیادی مسئلہ ہے اور حکومت اسلامی تعلیمات اور قوانین اسلامی کی محافظ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ابتدا ہی سے دین کو اپنی حکومت کی بنیاد قرار دیا۔ دین کی غیر تحریف شدہ تعلیمات اسلامی حکومت اور معاشرے کی ترقی اور پیش رفت کی ضمانت ہیں۔ اس لیے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت سے یہ امید تھی کہ وہ گزشتہ ناانصافیوں کی تلافی کر کے اسلام کو اور اسلامی معاشرے کو استحکام عطا کرے گی ــــــــ لیکن حضرت علی ع کی عادلانہ حکومت کے منصوبے ہوس رانوں اور ان لوگوں کے حق میں نہ تھے جو اپنے حق سے زیادہ بیت المال سے استفادہ کر رہے تھے۔ اس لیے یہ لوگ عثمان کے خون کا بہانہ لے کر حضرت علیؑ کے خلاف سازش کرنے لگے جن میں عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ پیش پیش تھے۔ سیاست کی زمین پر نفاق کی کاشت کی، جس کے نتیجے میں جنگ جمل، صفین اور نہروان پیش آئی۔ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا بیشتر حصہ داخلی اختلافات اور بغاوتوں کو فرو کرنے میں گزرا۔

حضرت علی علیہ السَّلام کی حکومت پر نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ افراد جو حضرت علی علیہ السلام کی حکومت سے خوش نہیں تھے وہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ حضرت کے بعض دوست بھی اپنے کو حضرت کے عادلانہ نظام میں نہ ڈھال سکے اور حضرت کے احکام کی نافرمانی کرنے لگے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حضرت علی علیہ السلام قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی

میں زندگی بسر کرتے رہے:

یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم

"اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔" (۱)

اگر آج بھی حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت اور روش بغیر کسی تحریف کے پیش کی جائے تو بہت سے دوستی کے دعویدار دشمنوں کی صف میں نظر آئیں گے۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو لشکر کا سپہ سالار بنا کر یمن روانہ کیا۔ واپسی میں پیغمبرؐ کی زیارت کے لیے مکہ کا ارادہ کیا۔ مکہ کے نزدیک پہونچ کر ایک شخص کو لشکر میں اپنا نائب مقرر کر کے ملاقات پیغمبرؐ کے شوق میں مکہ روانہ ہو گئے۔ جو قیمتی لباس حضرت علیؑ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کے نائب نے وہ لباس لشکر والوں میں تقسیم کر دیے تاکہ نیا لباس پہن کر مکہ میں داخل ہوں۔ جب حضرت علیؑ نے یہ صورت حال دیکھی تو بہت ناراض ہوئے اور ہر ایک سے لباس واپس لے لیا اور ایک جگہ جمع کیا تاکہ رسولؐ خدا اپنے ہاتھوں سے تقسیم کریں۔

جب لشکر پیغمبرؐ کی خدمت میں پہونچا تو سپاہیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی۔

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ خدا کی راہ میں اتنے سخت ہیں کہ ان کی شکایت نہیں کی جا سکتی۔ (۲)۔ (وہ کوئی کام خدا کی مرضی کے خلاف کرتے ہی نہیں تاکہ شکایت کی جا سکے۔ وہ خدا کی راہ میں کسی کی بھی پروا نہیں کرتے ہیں)۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس طرز عمل نے ان لوگوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا جو بیت المال کے چمکتے ہوئے سکوں پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے خرمنِ امید کو نذر آتش کر دیا

پیغمبر اسلامؐ کے اصحاب میں جتنے زیادہ فداکار اور جاں نثار دوست حضرت علیؑ کے تھے اتنے کسی اور کے نہیں تھے۔ اسی طرح جتنے خطرناک دشمن حضرت علیؑ کے تھے اتنے کسی اور کے نہیں تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے دشمنوں کی کینہ پروری سے واقف تھے اس لئے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا جائے۔ اسی بنا پر حضرت کی قبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ تک پوشیدہ رہی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس قبرِ اقدس کی نشان دہی فرمائی۔

# حضرت علیؑ کی جنگوں پر ایک نظر

## ① جنگ جمل

اس جنگ کی قائد عائشہ چونکہ اونٹ (جمل) پر سوار تھیں اس لیے اس جنگ کو "جنگ جمل" کہا جاتا ہے۔

جس وقت عثمان قتل کیے گئے اس وقت عائشہ مکہ میں تھیں جب قتل عثمان کی خبر ملی تو فرمایا:

"لعنت ہو عثمان پر اسے اپنے کیے کی سزا ملی"۔

اس خبر کے بعد خیال تھا کہ خلافت ان کے چچازاد بھائی "طلحہ" کو ملے گی اس لیے مکہ سے مدینہ چلی آئیں تاکہ وہ اس "کارِ خیر" میں شریک ہو جائیں۔ لیکن مدینہ پہونچنے کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا ہے تو مایوس ہو گئیں مایوسی غصہ میں بدل گئی اور ذہن نے اس طرح کروٹ لی کہ یہ کہنے لگیں:

"خدا کی قسم عثمان مظلوم قتل کیے گئے۔ خدا کی قسم میں ان کے انتقام کے لیے

قیام کروں گی اور ان کے خون کا بدلہ لوں گی"۔

"ابن ام کلاب" نے ان سے کہا۔ خدا کی قسم قتل عثمان کا بیج سب سے پہلے آپ ہی نے بویا تھا آپ ہی لوگوں سے یہ کہا کرتی تھیں کہ "یہ نعثل (یہودی) ہوگیا ہے اس کو قتل کردو"۔ (۳)

طلحہ اور زبیر کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے ابتدا ہی میں امام کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی، اور حضرت سے اس بات کے متمنی تھے کہ حضرت انھیں حکومت میں شریک کرلیں ایک کو بصرہ کا گورنر اور دوسرے کو کوفہ کا گورنر بنادیں۔ لیکن حضرت نے ان کی پیش کش منظور نہیں فرمائی۔ خلیفہ دوم کے برخلاف بیت المال کی تقسیم میں بھی حضرت نے ان دونوں کو دوسروں کے برابر حصّہ دیا۔

اس پر طلحہ نے کہا کہ "اس حکومت سے ہمیں بس اتنا ہی آذوقہ ملے گا جتنا ایک کتے کی ناک پر رکھا جاسکے"۔ (۴)

انھیں باتوں کی بنا پر یہی مثلث (طلحہ، زبیر اور عائشہ) جنگ کی قیادت کررہا تھا۔

## جنگ سے پہلے

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں "ربذہ" میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت امام اپنی نعلین درست فرمارہے تھے۔ مجھ سے فرمایا۔ "اِس ایک کی کیا قیمت ہوگی"؟ میں نے کہا کہ اس کی تو کوئی قیمت نہیں۔ فرمایا، پھر بھی اس کی کیا قیمت ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا ایک درہم سے بھی کم۔ فرمایا تم پر حکومت کرنے سے یہ نعلین مجھے زیادہ پسند ہے مگر یہ کہ حق کو قائم کروں اور باطل کو نابود کروں۔ اس کے بعد لوگوں کی طرف رُخ کرکے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے پیغمبرؐ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب عرب میں کوئی عالم نہ تھا..... انھوں نے لوگوں کو انسانیت کے بلند مراتب اور کامیابیوں

سے ہمکنار کیا۔ ان کے عادات واطوار سنوارے۔ میں ان کے نقش قدم پر چلتا تھا، ان کی روش کی پیروی کرتا تھا، کسی چیز سے ڈرتا نہیں تھا۔ خدا کی قسم میں نے ان (قریش) سے جنگ کی جبکہ یہ کافر تھے اور آج بھی ان سے جنگ کروں گا جبکہ یہ فریب خوردہ ہیں۔

آج بھی میرا انداز حکم پیغمبرؐ کے مطابق ہوگا۔ خدا کی قسم میں باطل کے سیاہ پردے کو چاک کر کے آفتاب حق کو واضح کر دوں گا۔ (۵)

اس کے بعد اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ تم جنگ کی ابتدا نہ کرنا پہلے ان سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ ان کی آرام گاہوں میں پہونچ کر پردہ نہ اٹھانا۔ ان کے گھروں میں داخل نہ ہونا۔ ان کے مال کو ہاتھ نہ لگانا، کسی عورت کو نہ ستانا، اگر وہ تمھیں اور تمھارے بزرگوں کو گالیاں ہی کیوں نہ دیں۔ اس وقت امام نے قرآن ہاتھ میں لیا اور فرمایا تم میں سے کون ہے جو قرآن کو لے اور جا کر انھیں قرآن کی طرف بلائے۔ لیکن یہ جان لے کہ شہید کر دیا جائے گا۔

کوفہ کا ایک جوان کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ امام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ امام نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ اس مرتبہ بھی اسی جوان نے اپنی آمادگی ظاہر کی۔ امام نے قرآن اسے دے دیا۔ وہ قرآن لے کر عائشہ، طلحہ اور زبیر کے لشکر کے سامنے آیا۔ انھیں قرآن کی طرف بلایا۔ لیکن ان لوگوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس نے قرآن بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ انھوں نے اس کا یہ ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ جوان نے قرآن سینے سے لگایا اور شہید ہو گیا۔

پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی جناب عمار یاسر دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوئے اور انھیں صلح اور جنگ نہ کرنے کی دعوت دی۔ عائشہ کے قریب جا کر فرمایا۔ آپ کیا چاہتی ہیں۔؟

عائشہ نے کہا۔ میں خون عثمان کا بدلہ چاہتی ہوں۔

عمار نے کہا۔ خدا لعنت کرے اس پر جو ناحق کسی خون بہا کا مطالبہ کرے۔

جو لوگ عائشہ کے گرد تھے یہ سن کر جوش میں آگئے اور جناب عمار پر تیر چلانے لگے جناب عمار امام علیہ السلام کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا۔ آپ کس چیز کے منتظر ہیں یہ لوگ جنگ کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ (۶)

# جنگ

جناب عمار پر جو تیر اندازی شروع ہوئی تھی اس کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت کے تین سپاہی شہید کر دیے گئے۔

امام نے خدا کو گواہ قرار دے کر پیغمبر اسلام کی مخصوص زرہ پہنی، ذوالفقار ہاتھ میں لی، اور پیغمبر کا معروف پرچم "عقاب" اپنے فرزند محمد حنفیہ کو دیا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے۔ عائشہ نے مٹھی بھر سنگریزے امام کے لشکر کی طرف پھینکے اور کہا "اندھے ہو جاؤ"۔

زبیر جنھوں نے یہ فتنہ جگایا تھا، جنگ شروع ہونے سے پہلے امام نے انھیں پیغمبر کا ایک جملہ یاد دلایا کہ پیغمبر نے تم سے نہیں فرمایا تھا کہ "اے زبیر تم علی سے جنگ کرو گے جبکہ تم ظالم اور ستمگر ہو گے"۔ یہ جملہ سنتے ہی زبیر جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔

امامؑ نے خود اس جنگ میں شرکت کی اور حملہ کرتے کرتے اتنا آگے بڑھ گئے کہ آپ کے اصحاب کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں آپ قتل نہ کر دیے جائیں اور ہم بے امام کے ہو جائیں۔ لوگوں نے امام سے کہا کہ آپ رہنے دیں ہم لوگ کافی ہیں۔ اس پر امام نے جواب دیا کہ "میری نظروں میں بس خدا کی خوشنودی اور آخرت ہے"۔

طلحہ اور عائشہ کے سپاہی عائشہ کے اونٹ کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے اور اس کی حفاظت کر رہے تھے۔

امام نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ عائشہ کے اونٹ کے پیر کاٹ دو۔ سپاہیوں نے

پیر کاٹ دیے۔ جنگ ختم ہوگئی، دشمن پراگندہ ہو گئے۔ امام نے عائشہ کو بصرہ کے ایک گھر میں ٹھہرایا اور جن لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے سب کو معاف کر دیا، یہاں تک کہ اپنے بدترین دشمن مروان بن حکم کو بھی معاف کر دیا۔

جب مکمل کامیابی حاصل ہوگئی تو امامؑ نے عائشہ کو ان کے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے مدینہ واپس کر دیا۔ (۷)

## ۲ جنگِ صفّین

امام کی حکومت کو جن مسائل اور پیچیدگیوں کا سامنا تھا ان میں ایک اہم مسئلہ معاویہ کا تھا۔ بعض لوگوں نے جن میں ابن عباس بھی شامل تھے امام سے کہا کہ کچھ دنوں تک معاویہ کو برقرار رکھئے اور جب آپ کی حکومت مستحکم ہو جائے تو اس کو ہٹا دیجیے گا۔ لیکن امام ان باتوں میں نہیں آئے کیونکہ معاویہ کو برقرار رکھنا امام کی منصفانہ طبیعت کے خلاف تھا اور معاویہ کو برطرف کر دینا سب سے کم نقصان دہ تھا۔ امام نے عثمان کی حکومت پر جو اعتراضات کئے تھے ان میں ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ عثمان نے معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا ہے، اس کے علاوہ فساد، بربادی، فتنہ، عوام کا استحصال، بیت المال میں افراتفری یہ وہ باتیں تھیں جن کی بنا پر ایک دن بھی معاویہ کو برقرار رکھنا ظالم و ستمگر سے معاہدہ کرنا تھا۔

اور اگر معاویہ کو برقرار رکھا جاتا کہ کچھ دنوں کے بعد برطرف کر دیا جائے گا، یہ بات خود معاویہ سے پوشیدہ نہ رہتی، وہ اور اپنے کو مضبوط کرتا بلکہ پوشیدہ طور پر امام کے قتل کی کوشش کرتا۔ اس بنا پر امام کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا کہ وہ فوراً معاویہ کو معزول کر دیں، اور امام نے یہی کیا لیکن معاویہ نے امام کی بات تسلیم نہیں کی اور امام کے مقابلہ پر آمادہ ہوگیا، جنگ کی تیاری کرنے لگا جسے تاریخ میں "جنگِ صفین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

# صِفّین کا محاذ

صفین عراق اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔ معاویہ اپنے سپاہیوں کو لے کر پہلے ہی وہاں پہونچ گئے اور نہر پر قبضہ کر لیا تاکہ امام کے لشکر کو پانی نہ مل سکے۔ امام اپنی فوج لے کر وہاں پہونچے اور معاویہ کے سپاہیوں سے نہر حاصل کر لی۔ معاویہ نے اپنے خاص مشاور اور چالاک سیاست داں عمرو عاص سے کہا۔ تمھارا کیا خیال ہے کہ امام ہمیں پانی سے محروم کر دیں گے۔؟

عمرو نے کہا۔ نہیں۔ علی تمھارا جیسا کام نہیں کریں گے، اور ایسا ہی ہوا کہ امام نے ان پر پانی بند نہیں کیا۔ یہ کام تو بس معاویہ ہی کے خاندان سے مخصوص ہے۔

# صف آرائی

امام کی فوج ۹۰ ہزار اور معاویہ کی فوج ۸۵ ہزار تھی۔ (۸)

امام کی فوج میں نو سو انصار، آٹھ سو مہاجرین جو رسول اللہ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہو چکے تھے، اور معاویہ کی فوج ان لوگوں پر مشتمل تھی جو پیغمبر اسلامؐ سے جنگ کر چکے تھے اور برابر اسلام کی راہ میں روڑے اٹکا رہے تھے۔ (۹)

مسعودی اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ جنگ سے پہلے امام نے معاویہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس چلے آؤ اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ایجاد نہ کرو۔

کافی خطوط آئے اور گئے۔ امام نے سپاہ سے آخر میں یہ کہا کہ میں نے تم لوگوں سے خدا کی کتاب سے گفتگو کی اور اس کی طرف تمھیں بلایا۔

لیکن ان لوگوں نے جواب دیا کہ تلوار کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔(۱۰)

امام نے اپنی فوج سے فرمایا۔ تم جنگ کی ابتدا نہ کرنا۔ اگر وہ بھاگیں تو ان کا پیچھا نہ کرنا

اگر زخمی ہو جائیں تو انھیں چھوڑ دینا۔ انھیں "مثلہ" نہ کرنا۔ یعنی ان کی آنکھ، ناک، کان، لب نہ کاٹنا۔

---

جنگ شروع ہوئی۔ جنگ کے نویں دن حضرت علی اور معاویہ بھی میدان میں آگئے اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اسی دن رسولِ خداؐ کے جلیل القدر صحابی جناب عمار یاسر شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت لوگوں سے پانی مانگا۔ لوگوں نے دودھ سے لبریز جام پیش کیا دُودھ پیا اور کہا "اللہ اکبر، اللہ اکبر آج وہی دن ہے جس کی خبر رسول خدا مجھے دے گئے تھے۔" (۱۱)

جناب عمار کا یہ جملہ پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ "اے عمار! تمھارا آخری شربت دُودھ ہے اور تمھیں ستم گر اور باغی گروہ شہید کرے گا۔" (۱۲)

جنگ کے دوران ایک دن امام علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا کہ:

"خدا تمھیں دیکھ رہا ہے، تم پیغمبرؐ خدا کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو، جنگ اور حملہ کے عادی بنو، جنگ سے گریز نہ کرو ورنہ بعد کی نسل میں ذلّت کا سبب قرار پاؤگے اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوگے۔

دلی خواہشات اور نفسانی آرزوؤں کی تاریکی سے صفحۂ دل کو پاک صاف رکھو اور موت کی طرف خوشی اور اطمینان سے قدم بڑھاؤ۔

کوشش کرو کہ اس لشکر (معاویہ کے لشکر) پر فتحیاب ہو، معاویہ کا خیمہ اُجاڑ دو تاکہ وہ اہریمن جو اس میں چھپا ہوا ہے (حملہ اور فرار کی تیاری کر رہا ہے) اسے اپنی محنت اور شہامت سے فنا کر دو۔

ثابت قدم رہو تاکہ خیمۂ حق کا ستون مستحکم رہے۔ تم سربلند ہو۔ خدا تمھارے ساتھ ہے خدا تمھاری محنتوں کو معمولی نہیں قرار دے گا۔" (۱۳)

# جنگ کا اختتام

جب جنگ اپنے عروج پر پہونچی اور دونوں طرف کے کافی لوگ قتل ہو چکے تو امام نے معاویہ کے پاس پیغام بھیجا کہ کیوں لوگوں کا خون بہا رہے ہو آؤ ہم اور تم جنگ کرلیں جو جیت جائے اسے حکومت دے دیں۔

معاویہ کے مشیر خاص عمرو عاص نے طنز کرتے ہوئے معاویہ سے کہا۔ یہ تو بہت ہی منصفانہ پیش کش ہے۔ معاویہ نے کہا۔ خدا کی قسم جو علیؑ سے لڑے گا وہ خود اپنے خون سے زمین رنگین کرے گا۔ اس کے بعد عمرو عاص سے کہا:

اس وقت کچھ کر سکتے ہو تو کرو، کوئی حیلہ اور بہانہ تلاش کرو کیونکہ ہماری نابودی میں اب زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا ہے۔ اس" حکومت مصر" کا تصور کرو جس کا تم سے وعدہ کیا ہے۔

عمرو عاص نے لشکر والوں سے کہا۔ جس کے پاس قرآن ہو اسے نیزے پر بلند کردے۔ سپاہیوں نے ایسا ہی کیا۔

جن کی عقل آنکھ میں تھی، وہ یہ دیکھتے ہی دھوکہ میں آگئے اور جنگ روک دی کہ ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے جو قرآن کی پیروی کرتے ہیں۔

امام نے لاکھ سمجھایا کہ صرف دھوکہ ہے اس فریب میں مت آؤ۔ مگر ان لوگوں نے ایک نہ مانی۔ آخر کار بات "حکم" تک پہونچی اور حکومت معاویہ کو مل گئی۔

امام کے سپاہیوں نے امام کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنی طرف سے "ابوموسیٰ اشعری" کو حکم بنائیں اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص کو حکم بنایا گیا۔ عمرو عاص نے ابوموسیٰ کو فریب دے دیا کہ

علی اور معاویہ دونوں ہی کو حکومت سے معزول کر دیا جائے اور عبداللہ بن عمر کو حکومت کے لیے منتخب کیا جائے۔ یہ بات طے کر کے دونوں عوام میں آئے تاکہ اپنی رائے سے عوام کو

باخبر کر دیں۔

ابو موسیٰ نے کہا کہ "میں علی کو حکومت سے معزول کرتا ہوں"۔

عمرو عاص نے کہا۔ "میں ابو موسیٰ کی رائے کی تائید کرتا ہوں اور میری رائے یہ ہے کہ معاویہ لوگوں پر حکومت کرے"۔

اس طرح حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو زبردست نقصان پہونچا۔ (۱۴)

## ۳ جنگِ نہروان

"نہروان" بغداد اور حلوان کے درمیان واقع ہے جہاں ۳۷ سنہ ہجری میں خوارج سے جنگ ہوئی تھی، اسی لیے اس جنگ کو جنگ نہروان کہا جاتا ہے۔

جنگ صفین کی واپسی پر امام کی فوج سے ۱۲ ہزار سپاہی جدا ہو گئے اور ایک الگ گروہ بنالیا۔ اور امام سے مطالبہ کرنے لگے کہ حکمیت کے سلسلے میں آپ نے جس گناہ کا ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ کیجئے۔

امام نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ نیزے پر قرآن بلند کر کے تمھیں دھوکہ دے رہے ہیں، ان کی باتوں میں نہ آؤ جنگ کا فیصلہ ہو جانے دو۔ اس وقت تم یہ اصرار کر رہے تھے کہ فیصلہ حکم کریں گے۔ اور جب تم حکم پر اڑ گئے اس پر میں نے کہا کہ حکم "عبداللہ بن عباس" ہوں گے، تم اس پر بھی راضی نہیں ہوئے۔ تم نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنوایا۔ ساری باتیں تم نے کیں اور ذمہ دار مجھے ٹھہرا رہے ہو۔؟

ان لوگوں نے امام کی بات تسلیم نہیں کی اور "ذوالثدیہ" نامی شخص کو اپنا رہبر منتخب کیا اور فتنہ و فساد پھیلانے لگے۔ پیغمبر اسلامؐ کے جلیل القدر صحابی "عبداللہ بن خبّاب" کو دیکھا تو ان سے دریافت کیا کہ علیؑ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟ انھوں نے کہا۔ "علیؑ تم سے زیادہ عالم اور تم سے زیادہ پرہیزگار ہیں"۔

اس پر خوارج نے کہا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کو قتل کر دیا اور ان کی نسل ختم کرنے کے لئے ان کی حاملہ زوجہ کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ لوگ اتنے زیادہ جاہل اور متعصب تھے کہ جو کوئی ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا تھا اسے قتل کر ڈالتے تھے۔ (۱۵)

# خوارج کے ساتھ امامؑ کا برتاؤ

خوارج کے ساتھ امامؑ کا برتاؤ بہت ہی عادلانہ اور منصفانہ تھا۔

امامؑ انھیں قید بھی کر سکتے تھے اور اذیتیں بھی دے سکتے تھے مگر امامؑ نے انھیں آزاد رکھا اور بیت المال سے ان کا حصّہ بھی بند نہیں کیا۔ جو روش دوسروں کے ساتھ تھی وہی ان کے ساتھ بھی تھی۔ یہ باتیں حضرت علیؑ کی حکومت سے بالکل بعید نہیں ہیں البتہ دُنیا کی دوسری حکومتوں میں اس کی مثال بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ یہ لوگ ہر جگہ اپنے نظریات اور عقائد بیان کرتے تھے۔ امام اور ان کے اصحاب بہت ہی کھلے ماحول میں ان سے گفتگو کرتے تھے، دونوں طرف سے دلیلیں پیش کی جاتی تھیں اور جوابات دیئے جاتے تھے۔

اس طرح کی آزادی دُنیا میں کہیں نہیں ملتی جہاں حکومت نے اپنے مخالفین کو اس حد تک آزادی دے رکھی ہو۔ خوارج مسجد میں آتے تھے اور امام کی تقریر اور خطبہ کے درمیان شور مچاتے تھے لیکن امام کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔

مسجد میں آتے تھے، امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور امامؑ کو ستاتے بھی تھے ایک دن امام نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک خارجی نے یہ آیت بطور طنز تلاوت کی :-

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَـئِنْ

أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (۱۶)

اس آیت میں پیغمبر اسلامؐ سے خطاب ہے کہ:

" ہم نے آپ کو اور آپ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں انھیں یہ وحی بھیجی تھی کہ اگر شرک اختیار کیا تو سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور نقصان اُٹھانے والوں میں ہوں گے۔"

وہ شخص اس آیت کے ذریعہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسلام کی جو خدمتیں آپ نے انجام دی ہیں اور ماضی میں جو آپ کا کردار رہا ہے اس سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ آپ پہلے مسلم ہیں پیغمبرؐ نے آپ کو اپنا بھائی بنایا ہے۔ آپ کی فضیلتوں اور خدمتوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن خدا نے پیغمبرؐ سے کہا ہے کہ اگر آپ نے شرک اختیار کیا تو آپ کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ آپ اس وقت کافر ہو چکے ہیں لہٰذا آپ کے تمام گزشتہ اعمال و کردار برباد ہو گئے۔

امامؑ نے سکوت فرمایا تاکہ اس آیت کی تلاوت ختم ہو جائے اور پھر نماز کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس شخص نے دوبارہ یہی آیت پڑھی۔ امام دوبارہ خاموش ہو گئے۔ جب اس نے پھر اسی آیت کو دُہرایا اس وقت امامؑ نے نماز ہی میں یہ آیت بلند آواز سے پڑھی کہ:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ۔ (۱۷)

" صبر کرو، اللہ کا وعدہ حق ہے، بے ایمان اور بے یقین افراد آپ کو متزلزل نہ کر دیں اور سبک رفتاری پر آمادہ نہ کریں۔" (۱۸)

# امن کی دعوت

امام علیہ السلام نے "حارث بن مرۃ العبدی" کو خوارج کے پاس بھیجا کہ انھیں صلح کی دعوت دیں۔ خوارج نے انھیں قتل کر دیا اور امامؑ کی پیش کش ٹھکرا دی۔ اس کے بعد ابن عباس اور خود امامؑ نے ان سے گفتگو کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور خوارج نے جنگ شروع کر دی۔

امام علیہ السلام نے ہر مرتبہ کی طرح اس مرتبہ بھی اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ دیکھو جنگ کی ابتدا نہ کرنا۔ لیکن خوارج نے امامؑ کے ایک سپاہی کو قتل کر دیا۔

اس وقت پیغمبر اسلامؐ کے جلیل القدر صحابی ابوایوب انصاری سے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پرچم بلند کرو۔ جو اس پرچم تلے آجائے گا وہ پناہ میں ہے اور اس کو بھی امان ہے جو کوفہ یا مدائن چلا جائے۔ چنانچہ چار ہزار میں سے بارہ سو افراد واپس چلے گئے اور دو ہزار آٹھ سو افراد وہیں رہے۔

جنگ شروع ہوئی اور چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں چلی۔ بہت سے خوارج مارے گئے۔ اس طرح اس فتنہ کی آگ خاموش ہو گئی۔ (۱۹)

# عادلانہ حکومت

امامؑ کی رفتار، گفتار، نشست و برخاست، ہر طرز و انداز کردار ساز تھا۔ امام کی ہر روش تربیت ساز تھی۔

امامؑ نے میدان جنگ میں بھی انسانی اصولوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ لوگوں کو شجاعت

وجواں مردی کا درس دیا۔ امام کی زندگی میں بے شمار تربیتی نکات موجود ہیں جس کا شمار
ناممکن ہے۔ امام کی حکومت کے صرف بعض گوشے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

امام علیہ السلام نے اپنی حکومت کے ۵ سالہ نشیب وفراز آمیز دور میں تاریخ
کو بتایا کہ عدل وانصاف کسے کہتے ہیں اور اسلامی حکومت کے اصلی خطوط کیا ہیں۔ الفا
اور نعروں سے ہٹ کر عدل وانصاف کی حقیقی تصویر پیش کی۔

آپ کی حکومت علم، پرہیز گاری اور فداکاری پر قائم تھی۔ آپ کی حکومت کا معیا
اسلامی قانون تھا۔ قانون کی رو سے آپ کے فرزند، رشتہ دار اور دوسرے تمام افراد
آپ کی نظر میں یکساں تھے۔

امام نے خود ارشاد فرمایا۔ بیت المال سے جو مال لے گئے ہیں اسے واپس لے لوں گا
اگرچہ اس سے عورتوں کا مہر ہی کیوں نہ ادا کیا گیا ہو یا اس سے کنیز خریدی گئی ہو۔

اپنے افسروں کو برابر ہدایت فرماتے رہے کہ لوگوں کے ساتھ برادری، برابری
اور نرمی سے پیش آنا۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا، ہرگز ناانصافی نہ کرنا۔

یہ باتیں انھیں انسانیت کے ناطے تعلیم دیتے تھے۔ ان کے ضمیر کو جھنجھوڑتے۔ کہتے
کہ لوگوں کی مشکلات حل کرنا تمھارا انسانی فریضہ ہے۔ تم افسر ہو یا نہ ہو یہ تمھاری
ذمہ داری ہے کہ لوگوں کے مسائل حل کرو۔

ان سے فرماتے تھے کہ کسی کو بات کرنے اور عرض مُدعا سے رد کو نہیں۔ خراج
(ٹیکس) حاصل کرنے کے لیے ان کے گرمی، جاڑے کے کپڑوں یا سواریوں کو فروخت نہ کر
وصولیابی کے لئے کسی کو مارو نہیں۔

زکات وصول کرنے والوں سے فرمایا کہ:

ادب واحترام کے ساتھ لوگوں کے پاس جاؤ پہلے انھیں سلام کرو اور پھر یوں کہ
کہ اے بندگانِ خدا! ہمیں خدا کے ولی اور خلیفہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے تاکہ

حقوق حاصل کریں جو خدا نے تمہارے اموال میں قرار دیا ہے۔

کیا تمہارے اموال میں خدا کا کوئی حق ہے تاکہ اس کے ولی کو ادا کرو۔؟ اگر انہوں نے کہا "نہیں"۔ تو واپس چلے آؤ اور اگر کہا "ہاں" تو جس قدر وہ دے دیں اسے لے لو، اور اگر دینے کے بعد واپس لینا چاہیں تو انھیں واپس کر دو۔

فرماتے تھے کہ جن زمینوں کا خراج حاصل کر رہے ہو ان کی آبادی اور شادابی کی بھی کوشش کرو۔ اگر خراج حاصل کر لیا اور اسے آباد نہیں کیا تو تم نے شہروں کو برباد اور لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔

زمین کی ویرانی صاحبانِ زمین کی تنگدستی کی بنا پر ہے اور ان کی تنگدستی کا سبب یہ ہے کہ حکمرانوں نے پیسہ کا انبار لگالیا ہے۔

جو لوگ گورنر ہونے والے تھے ان سے فرماتے تھے کہ ان کے ایمان و عمل کو دیکھنا، نسل و قبیلہ کو نہیں۔

آپ خود ہمیشہ ان لوگوں پر نظر رکھتے تھے۔ اگر ذرا سا انحراف دیکھتے تھے تو فوراً ہی سرزنش کر دیتے تھے اور ان کی اصلاح فرماتے تھے۔ امام علیہ السلام نے جو خط عثمان بن حنیف گورنر بصرہ کو لکھا تھا وہ اس روش کا مکمل ترجمان ہے :-

"میں نے سنا ہے کہ شہر کے بڑے لوگوں نے تمھیں ایسی دعوت میں مدعو کیا جہاں نرم و چرب اور لذیذ غذائیں تھیں اور پُر تکلف دسترخوان تھا مجھے یہ امید نہیں تھی کہ تم اس طرح کی دعوتوں کو قبول کرو گے اور شرکت کرو گے جہاں تنگ دستوں اور فقیروں کی کوئی جگہ نہیں ہو۔ ہوش میں آؤ، ہوشیار رہو اور مشتبہ چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرو۔" (۲۰)

قاضی شریح نے اسیٰ دینار کا ایک گھر بنوایا تھا۔ امامؑ نے شریح کی سرزنش کی اور فرمایا کہ ایسا گھر کیوں بنوایا۔ (۲۱)

خدا، نیکوکاروں اور ہم سب کا مسلسل سلام ہو ان پر

جو ــــــــــــ

برگزیدہ تھے۔

امام تھے۔

شجاع تھے۔

عدل گستر تھے۔

سب سے زیادہ پرہیزگار، سب سے زیادہ انصاف پسند، سب سے زیادہ بلند و برتر ــ اور ــ عجوبۂ روزگار تھے۔

ــــــــــــ

خدایا! ہم سب کو حضرت کے پیروکاروں میں شمار فرما۔

عابدی

فیض آباد

۳ مارچ ۱۹۸۴ء

# امامؑ کے اقوال

(۱) لا قربۃ بالنوافل اذا اضرت بالفرائض
جو مستحب واجب پر اثر انداز ہو وہ قربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔

(۲) اللسان سبع ان خلی عنہ عقر
زبان ایک درندہ ہے اگر اسے آزاد رکھا جائے تو دوسروں کو گزند پہونچائے گا۔

(۳) سب سے عظیم گناہ یہ ہے کہ اسے معمولی سمجھا جائے۔

(۴) جو شخص گناہ پر قدرت رکھنے کے باوجود انجام نہ دے اس کا ثواب شہید راہ خدا سے کم نہیں ہے۔ جو اپنے کو گناہوں سے بچائے رکھے وہ فرشتہ ہے۔

(۵) دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہو سکتے۔ ایک علم کا طالب، دوسرے دُنیا کا خواہاں۔

(۶) تمھارے نفس کی قیمت بس جنت ہے۔ اسے کسی اور چیز کے عوض فروخت نہ کرنا۔

(۷) جو حق سے ٹکرلے گا وہ شکست کھائے گا۔

(۸) اخلاق کی سردار پرہیز گاری ہے۔

(۹) باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ اچھا نام رکھے، ادب سکھائے اور قرآن کی تعلیم دے۔

(۱۰) اولاد پر باپ کا حق یہ ہے کہ معصیت خدا کے علاوہ ہر چیز میں ان کی اطاعت

کرے۔

(۱۱) جو اپنے نفس کا حساب کرے گا وہ فائدہ میں رہے گا اور جو لاپروائی کرے گا وہ نقصان اُٹھائے گا۔

(۱۲) ہر انسان کی قیمت اس کے اعمال کے مطابق ہے۔

(۱۳) مجھے تعجب ہے اس کی ناامیدی سے جس کے پاس توبہ و استغفار کی دولت موجود ہے۔

(۱۴) اچھا اخلاق بہترین نسب ہے۔

(۱۵) سخاوت کرو مگر اسراف نہیں۔

(۱۶) لوگوں کے ساتھ اس طرح رہو کہ زندگی میں تمھیں تلاش کریں اور مرنے کے بعد تم پر آنسو بہائیں۔

(۱۷) جب ہر طرف سے نعمتوں کے آثار نظر آئیں تو شکر گزاری میں کوتاہی سے انھیں دُور نہ کرو۔

(۱۸) صدقہ بہت ہی مُؤثر دوا ہے۔

(۱۹) جو اپنے کو زبان کے سپرد کر دے وہ ذلیل ہوگا۔

# مآخذ


۱۔ سورہ مائدہ آیت ۵۴

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۶۰۳ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۷۵ھ

۳۔ کامل ابنِ اثیر ص ۱۰۵

۴۔ احادیث عائشہ ص ۱۲۳ ۔ ۱۲۲

۵۔ ارشاد مفید ص ۱۱۹ ۔ ۱۱۸

۶۔ فضائل الامام علیؑ ص ۱۳۵ ۔ ۱۳۴

۷۔ " " " ص ۱۲۸ ۔ ۱۵۱

۸۔ مسعودی ج ۲ ص ۳۷۴

۹۔ فضائل الامام علیؑ ص ۱۴۵

۱۰۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۷۷

۱۱۔ فضائل الامام علیؑ ص ۱۴۶

۱۲۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۸۱

۱۳۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۶ ۔ فضائل الامام علی ص ۱۴۸

۱۴۔ نہج البلاغہ (عبدہ) ج ۱ ص ۱۱۵

۱۵۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹۹ ۔ ۳۸۶

۱۶۔ فضائل الامام علیؑ ص ۱۵۳ ۔ ۱۵۲

۱۷۔ سورہ زمر آیۃ ۶۵

۱۸۔ سورہ روم آیۃ ۶۰

۱۹۔ نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۱۰ ۔ ۳۱۱

۲۰۔ فضائل الامام علیؑ ص ۱۵۴ ۔ ۱۵۳

۲۱۔ عبقریۃ الامام ص ۱۶۹ ۔ ۱۶۰


---

# اِدارۂ نورِ اسلام فیض آباد کی مطبوعات

| | | | |
|---|---|---|---|
| انقلاب ایران | ۳/۵۰ | امام زین العابدین علیہ السلام | ۵/۰ |
| اسلام اور غلامی | زیر طبع | امام محمد باقر " | ۱/۵۰ |
| فلسفہ انتظار (عکسی) | ۸/۰ | امام جعفر صادق " | ۵/۰ |
| دین و دیانت | ۳/۵۰ | امام موسیٰ بن جعفر " | ۲/۵۰ |
| نظام اسلام | ۴/۵۰ | امام علی رضا " | ۷/۰ |
| حیات آخرت | ۴/۵۰ | امام محمد نقی " | ۷/۰ |
| الحج | ۵/۰ | امام علی نقی " | ۸/۰ |
| کربلا شناسی | ۱۵/۰ | دنیا بازیچۂ یہود | ۵/۰ |
| بیسویں صدی میں اسلامی تحریکیں | ۵/۰ | توحید | زیر طبع |
| ایران کا دستور اساسی | ۶/۰ | عدل | " |
| اصول دین | ۲۵/۰ | تفسیر رموز التنزیل | ۲۲/۰ |

حضرت علی علیہ السلام ۷/۰

ملنے کا پتہ: اِدارۂ نورِ اسلام امامباڑہ فیض آباد (یوپی) (ہندوستان)